سائرہ بانو، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

ڈاکٹر ظفر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

Saira Bano, PH.D Scholar Department of Urdu, National University of Modern Languages Islamabad

Dr.Zafar Ahmad, Assistant Professor, Department of Urdu, National University of Modern Languages Islamabad

مارکسزم اور ترقی پسندی

MARXISM AND PROGRESSIVISM

Abstract:

Human life consists of processes. It is action and movement that motivates man to seek the best. The journey from caves to the Stone Age is an excellent example of human development. From time immemorial man has been wandering in search of the best. That search for improvement is the guarantor of his progressive consciousness. Progressivism gained regular status in 1936. This proved to be the most dynamic movement in Urdu literature, as it was formally launched under a manifesto. But if you go into the background of this progressivism, it was Karl Marx who regularly introduced it to writers, intellectuals, workers and scholars. Marx's progressive ideas, his progressive thinking and thinking distinguish him from the thinkers of his time. The aim of the article under review is also to highlight the progressive ideology and Marxist thought of Karl Marx and to prepare the workers and labourers for their just and fair compensation.

Key Words: *Consists, immemorial, wandering, consciousness, dynamic, intellectuals, distinguish.*

دنیا برق رفتاری سے بدل رہی ہے، ہر لحظہ بدلتی ہوئی دنیا سمٹ کر پاس آتی جا رہی ہے۔ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی خواہش نے گوشت پوست کے انسانوں کو انسان کم اور مشین زیادہ بنا دیا ہے۔اگر دیکھا جائے تو حالات حاضرہ کا ساتھ دینے ،اپنے وجود کی بقاء کے لیے ایسا ضروری بھی ہے۔حرکت زندگی اور جمود موت کے مترادف ہے۔یہ حرکت ہی ہے جس نے بنی نوع انسان کو آگے سے آگے بڑھنے کی چاہ اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے کہ اب وہ ستاروں پر کمندیں ڈال کر سیاروں پر رہایش رکھنے کی تگ و دو میں لگا ہوا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہماری تہذیب جامد نہیں ہے اور نہ ہی ہم کسی دوسری تہذیب کی زد میں ہیں۔ بلکہ ہم نے خود کو تیزی سے بدلتی ہوئی قدروں کے حوالے کر دیا ہے۔ ایسے میں بدلتے ہوئے حالات سے متاثر انسان کبھی اپنی شناخت کے لیے پشیمان ہیں تو کبھی بدلتے حالات سے نالاں۔ موجودہ انسان پر امید بھی ہے اور خوف زدہ بھی۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو تغیر و تبدل سے دل کو بہلانے میں لگے ہیں، اور کچھ اپنی مٹتی ہوئی قدروں کا رونا روتے ہیں۔ ایسے میں کوئی بھی ادیب اس بدلتے منظر نامے کو جلدی محسوس کرتا ہے۔ ادیب چونکہ حساس طبع کے مالک ہوتے ہیں اسی لیے وہ باقی عوام کی نسبت حالات کا اثر جلد قبول کرتے ہیں اور جب انہی اثرات کے تحت وہ کچھ بھی تحریر کرتے ہیں، خواہ ناول، افسانہ یا شاعری کا کوئی سا بھی فن پارہ ہو تو وہ جدید شاعری، جدید افسانہ یا جدید ناول کہلاتا ہے۔ اردو میں اس جدیدیت کے آغاز کو ترقی پسندی کا نام دیا گیا تھا۔ اس کو ۱۹۳۶ء کی ترقی پسند تحریک سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ترقی پسندی کا سہرا جرمن مفکر، دانشور اور شاعر کارل مارکس کے سر جاتا ہے۔ جس نے نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا کے ادیبوں، عالموں، دانشوروں اور محنت کشوں کو متاثر کیا۔ ہم بیسویں صدی کے ادب کا ذکر کارل مارکس کے ذکر کے بغیر کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ وہی وہ واحد شخص ہے جس نے ہمیں دورِ جدید کا تجزیہ کرنے، اسے گرفت میں لانے اور اسے بدل دینے کا طریقہ عمل بتایا۔ اس حوالے سے سجاد ظہیر کا کہنا ہے:

> "مارکس کے نزدیک دنیا فی الحقیقت مادی ہے۔ دنیا میں ہونے والے واقعات مختلف حوادث وواقعات متحرک مادے کی مختلف شکلیں ہیں۔ حوادث وواقعات ایک دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں. ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور یہی ان کے ارتقاء کا جدلی اصول ہے۔ دنیا کا ارتقاء مادے کی حرکت کے قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ اس ارتقاء کے لیے کسی آفاقی روح یا کسی دیوتا کا ماننے کی حاجت نہیں ہے۔"(۱)

جب ہم کسی ایسی شخصیت کے بارے میں بات کرتے ہیں جو نا صرف اپنے عہد میں بلکہ بعد میں بھی نمایاں رہی ہو تو اس سے مراد اس شخصیت کے نامیاتی وجود کا ذکر نہیں ہوتا، بلکہ اس سے مراد اس شخصیت کی زندگی کے ان پہلوؤں کو نمایاں کرنا ہے جن کی بدولت وہ باقیوں سے ممیز ہوا ہو۔ مارکس کی زندگی کا ذکر کرنا اس لیے تھوڑا مشکل لگتا ہے کہ اس نے صرف علم اور تحقیق کے میدان میں ہی طبع آزمائی نہیں کی بلکہ اس کی فکر زندگی کی تمام جہتوں کا مکمل احاطہ کرتی ہے اور ہر جہت کا تانہ بانہ کھول کر سامنے رکھ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جب مارکس کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد مارکس کی زندگی نہیں ہوتی بلکہ مارکسی فکر ہوتی ہے۔ مارکسزم کے حوالے سے واحد بشیر کا کہنا ہے:

"مارکسزم جستجو ہے علم کی، فطرت کو سمجھنے کی، کائنات کی معنویت اور ان اصولوں کا مطالعہ ہے جن پر انسانی رویوں کی بنیاد ہے۔ یہ ایک نظام فکر ہے جو علم اور حقیقت کی جستجو کے نتیجے میں مرتب ہوتا ہے اور ایک ایسے نقطہ نگاہ کو جنم دیتا ہے جو زندگی اور انسانی زندگی کو بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند تر سطح تک پہنچانے کے لیے جن رویوں کی ضرورت ہے ان کے اصول وضع کرتا ہے اور ان اصولوں پر قائم رہنے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کا جزبہ پیدا کرتا ہے۔"(۲)

کارل مارکس کی تحریروں، ان کی شاعری اور ان کی فلسفیانہ فکر میں ہمیں غریب اور محکوم طبقے کے لیے دلی ہمدردی نظر آتی ہے۔ وہ دنیا کے غریبوں، محنت کشوں اور مزدوروں کو متحد ہو کر اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کا سبق دیتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا دنیا کے مزدوروں متحد ہو جاو، کیونکہ جب تک تم خود متحد ہو کر اپنے حق کے لیے آواز نہیں بلند کروگے کوئی دوسرا تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ ان کی تحریریں مظلوم طبقے کو بغاوت پر اکسانے کے لیے کافی تھیں۔

"مارکس کو محنت کش طبقات سے زبردست ہمدردی تھی، مگر یہ ہمدردی جزباتی نہیں تھی۔ بلکہ تاریخ اور سیاسی معاشیات کے مطالعے وہ کمیونسٹ نظریات تک پہنچے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کوئی بھی غیر جانبدار شخص جو نجی مفادات سے مبرا ہو گا اور طبقاتی مفادات نے اسے اندھا نہ کر دیا ہو تو وہ ان ہی نتائج پر پہنچے گا۔"(۳)

کارل مارکس نے واضح انداز میں سرمائے کی قدر کا تعین بھی کیا۔ مزدور کی مناسب اجرت، اس کا جائز معاوضہ ادا کیے بغیر ہی اس سے اس کی طاقت سے زائد محنت کروانا اور اس کے عوض اس کو اتنا معاوضہ بھی نہ دینا کہ وہ دو وقت کی روٹی کھا سکے　اسی سرمایہ دارانہ فکر اور معاشی استحصال کا ذکر کارل مارکس کی تحریروں میں جابجا دکھائی دیتا ہے۔

"مزدور اپنی مزدوری کی بدولت ہر روز کچھ پیسے پیدا کر لیتا ہے، لیکن محنت اور فروختگی کی خلیج بڑھتی جاتی ہے اور مزدوری کم سے کم ہوتی جاتی ہے۔ چناچہ محنت کشوں کا استحصال کرنے والوں کا خیال یہ ہے کہ اگر وہ مزدوروں کی مزدوری کی پوری اجرت ادا کریں تو سرمایہ دار کہیں کا نہیں رہے گا۔ چناچہ سرمایہ داری استحصال سے عبارت ہے۔ جب مزدور اس کا

احساس کر لیتا ہے تو انقلاب کی نوعیت پیدا ہوتی ہے، لیکن مزدور کی طاقت کو کچلنے کے لیے سرمایہ داروں کے سامنے کئی حربے ہوتے ہیں جنہیں وہ استعمال کرتا ہے۔"[۴]

کارل مارکس کی شہرہ آفاق تصنیف داس کیپیٹل (ترجمہ: سرمایہ) جو ۱۸۶۷ء میں منظر عام پر آئی اس میں سرمایہ، سرمایہ داری کا تجزیہ اور مزدور طبقے کے استحصال کی وجوہات کا ذکر بڑے مفصل انداز میں کیا گیا ہے۔

کارل مارکس چونکہ ماہر معاشیات تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ترقی پسند نظریات کا داعی بھی تھا، اس کو معاشی حالات کی بگڑتی صورتحال کی وجہ جاننے اور اس کا سدباب کرنے کا مرض لاحق تھا۔ وہ مزدوروں کا استحصال ہوتے دیکھتا اور پھر سرمایہ داری نظام کی مخالفت کرتے ہوئے دنیا کے مزدوروں کو متحد ہونے کا نعرہ بلند کرتا۔ وہ ایسے معاشی نظام کی شدید مخالفت کرتا تھا جس میں مزدور اپنی خون پسینے کی کمائی سے سرمایہ دار کے سرمائے میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے بدلے میں اسے اس کا جائز مقام اور جائز معاوضہ نصیب نہیں ہوتا۔ اس لیے کارل مارکس اس کی مخالفت کرتے ہوئے اشتراکیت پر زور دیتا ہے جس میں حاکم اور محکوم دونوں ہی سرمائے کو بڑھانے کی تگ و دو کرتے ہیں۔

"دنیا بھر کے محنت کشوں اور نوجوانوں کو درپیش مسائل کا سرمایہ دارانہ نظام کے اندر رہتے ہوئے کوئی حل ممکن نہیں۔ جب تک طاقت سرمایہ دار طبقے کے ہاتھ میں ہے وہ اسے اپنی دولت اور مراعات کو بچائے رکھنے کے لیے استعمال کریں گے۔ جس کا بوجھ محنت کش عوام کو اٹھانا پڑے گا اس نظام میں اصلاحات نہیں کی جاسکتیں اسے تبدیل کرنا ہوگا۔"[۵]

مارکسزم کی بنیاد ہی روشن خیالی ہے۔ مارکسی فکر روشن خیالی کو پروان چڑھاتی ہے۔ ترقی پسندی کو فروغ دیتی ہوئی اپنی منازل طے کرتی ہے۔ روشن خیالوں یا ترقی پسندوں کے نزدیک انسانی تہذیب روز بروز ترقی کی طرف راغب ہے۔ روشن خیالی پیداوار میں اضافے، تجارت اور معیشت کی ترقی کے ساتھ ساتھ سائنس کے میدان میں ترقی کی ضامن ہے۔ روشن خیالوں کا ماننا ہے کہ انسان کس طرح انفرادی طور پر عقل کے ذریعے کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھا کر زمین کا سینہ چیر کر نت نئی ایجادات کر کے اپنا نام اور مقام پیدا کر سکتا ہے اور یہ سب کچھ کائنات میں رہتے ہوئے آگے بڑھنے اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں لازم ہے۔ انسانی ذہن کی ترقی ہی دراصل انسان کو ترقی کی طرف راغب کرتی ہے اور اس کو ترقی پسند شمار کرتی ہے۔ انسان رجعت پسندوں سے ہٹ کر، عقل کو

استعمال میں لا کر جائز اور ناجائز کا فرق معلوم کرے تو ہی وہ ترقی پسند اور روشن خیال کہلاتا ہے۔ اسی بات کی اہمیت ہی کارل مارکس کے نظریات میں نظر آتی ہے۔

"روشن خیالی کا ایک منفرد عنصر اس کے مفکرین کا یہ زور تھا کہ عقل، دائمی انصاف، برابری اور دوسرے خیالات خود فطرت سے نکلے ہیں اور یہ انسان کے فطری حقوق ہیں۔ روشن خیالی کے اکابرین سمجھتے تھے کہ ان ترقی پسند خیالات اور علوم کے پھیلنے اور اخلاقی معیار کی بڑھوتری سے انسانی سماج کو بدلا جا سکتا ہے۔ اینگلز نے اس کو یوں پیش کیا کہ روشن خیالی عمل میں بورژوازی کے خیالی سلطنت سے زیادہ کچھ نہیں تھی اس کے سب سے بڑے حامی معاشی طور پر خوشحال طبقے تھے جو کہ سماج کو آگے بڑھا رہے تھے۔"(۶)

کارل مارکس اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ترقی پسندی یا روشن خیالی یا خرد افروزی اسی بات کا نام ہے کہ اپنے آپ کو کم تر سمجھنے کے بجائے افضل مانا جائے، افضل گردانا جائے۔ اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے انہیں بروئے کار لا کر اپنا مقام اور نام پیدا کیا جائے۔ سرمایہ داروں، زردار طبقوں، بورژوا یا بالا دست سے دبنے اور ان کے ماتحت رہ کر خود کو کم تر یا غلام خیال کر کے ترقی ممکن نہیں۔ اپنے آپ کو کم تر سمجھنا اور غلاموں کی سی زندگی پر صبر کر رہنا تو بالکل ایسا ہے جیسا انسانی زندگی میں جمود۔ اور جہاں جمود کے قدم جم جائیں وہاں ترقی دبے پاؤں نکلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کارل مارکس زیر دست یا پرولتاریہ کو اپنے حصے کی آزادی یا محنت کا جائز معاوضہ حاصل کرنے کے لیے بغاوت پر اترنے کا درس دیتے ہیں۔ ان کے مارکسی نظریات میں بھی ہمیں یہی چیز نظر آتی ہے کہ دنیا کے مزدورو متحد ہو جاو، متحد ہو کر ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی کا کہنا ہے:

"غلاموں کے لیے بغاوت اپنے خلاف ہونے والے ظلم اور ناانصافیوں کے جواب میں آخری حربہ ہوتا تھا۔ کیونکہ غلام جس ماحول میں رہتا تھا وہاں اس کی شخصیت کو مکمل طور پر کچل کر اسے انسانی درجے سے گرا دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اس میں غلامی کی ذہنیت پیدا ہو جاتی تھی اور اسے خاموش اطاعت کرنے والا اور ظلم برداشت کرنے والا انسان بنا دیا جاتا تھا کہ جس میں کسی قسم کا شعور نہیں تھا کہ جو اپنی حالت کا تجزیہ کر سکتا اور خود کو غلامی سے آزاد کرانے کے بارے میں سوچ سکتا۔"(۷)

کارل مارکس کی ترقی پسندی کا ذکر کرتے ہوئے ہم جانتے ہیں کہ ترقی پسند ذہن کا حامل شخص مقلد ہونے کے بجائے عصری تقاضوں کا ساتھ دیتا ہے، وہ زندگی کو نت نئے تجربات و مشاہدات کے ساتھ دیکھنے کے لیے تحقیق و جستجو کرتا ہے، وہ نہ تو قدامت پسند ہوتا ہے نہ روایت پسند؛ بلکہ ترقی پسند فکر کا حامل انسان دوستی، ہمہ گیریت، مساوات، تحمل و بردباری اور بے ریائی جیسی اقدار کی قدر کرتا ہے۔ روشن خیالی، بے تعصبی، رواداری، اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیاسی، سماجی اور مذہبی حوالوں سے مثبت تبدیلیوں کو زندہ دلی سے قبول کرتا ہے۔ وہ مارکسی فکر و فلسفہ کو اپناتے ہوئے تقلید کی روش کا انکار کرتا ہے۔ نئے اقدار کی تعمیر و تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ ترقی پسند فکر کا حامل شخص ماضی سے اکتساب حاصل کرتے ہوئے حال کو بہتر بناتا ہے اور روشن مستقبل کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔
کارل مارکس طبقاتی کشمکش کے بھی خلاف ہے۔ وہ اس حوالے سے بھی غریب طبقے کا ساتھ دیتے ہوئے انہیں ہمت اور طاقت کا درس دیتا ہے۔ اس کے نزدیک بغاوت پر اتر کر ہی مزدور، محکوم اور زیر دست طبقہ ان سب مسائل سے نبرد آزما ہو سکتا ہے۔ ان سب مسائل کا خاتمہ تب ہی ممکن ہے جب تمام افراد متحد ہو کر اپنی سوچ کو ایک نکتے پر مرکوز کریں۔ سبط حسن کا اس حوالے سے کہنا ہے:

> "تمام طبقاتی شعور رکھنے والے محنت کشوں کا فرض ہے کہ وہ پوری قوت سے اٹھ کھڑے ہوں ان لوگوں کے خلاف جو قومی نفرت پھیلاتے ہیں اور محنت کشوں کی توجہ اپنے اصل دشمنوں سے ہٹاتے ہیں ۔"(۸)

یہ طبقاتی کشمکش ہمیں معاشرے میں تو نظر آتی ہے مگر اس کی بڑی وجہ معاشرے کا جاگیر دارانہ نظام ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک متواتر چلتا رہتا ہے۔ کارل مارکس ایسے نظام کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں جو مزدوروں کو ان کے حقوق نہ دے سکے، ان کا جائز حق غصب کرے۔ جاگیر دارانہ کلچر میں بالا دست کی خوشنودی، کمزوروں پر جبر، قانون شکنی، طاقت، قبضہ اور خوف و دہشت جیسی منفی اقدار پرورش پاتی ہیں۔ ایسے نظام میں طاقت کے بل بوتے پر حق غصب کیے جاتے ہیں، کمزوروں کو دبایا جاتا ہے اور اخلاقیات جیسی اقدار اپنی معنویت کھو دیتی ہیں۔ ایسے نظام میں انسانیت کا تعین کرنے کے لیے انسانی جوہر کی بجائے زمین، جائیداد اور ذات برادری کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اسی طبقاتی کشمکش کی نفی کارل مارکس کے نظریات میں دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر رفعت سراج اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"جاگیر دارنہ نظام اقدار میں جمہوری فکر، عقلیت پسندی، روشن خیالی کو اس لیے خطرناک سمجھا جاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں محکوم طبقات کو اپنے حقوق کا شعور، اپنے مسائل کے اسباب وعوامل کی حقیقی شناخت یا ادراک حاصل ہوتا ہے اور یہ شعور وادراک کسی یک جہت ،واضح، موثر راہِ عمل کی موجودگی میں مروج نظام کے لیے پیامِ مرگ ثابت ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی معاشرے میں ہر اس سماج دوست فکر کو جبر و تشدد اور مسخ چہرگی کے مختلف النوع حربوں سے کچلنے کی کوشش کی گئی ہے جو مروجہ نظام اور اس کی منفی اقدار کی ضرر رسانی پر سوال اٹھاتی تھی۔"(۹)

ایک عرصے تک دنیا میں مارکسی فکر رائج رہی لوگ اس سے مستفید ہوتے رہے، اس کی روشنی میں ترقی پسند خیالات کو اپناتے رہے۔ کارل مارکس نے اپنے نظریات اپنے ساتھی اینگلز کے ساتھ مل کر ترتیب دیے بلکہ ایک مینی فیسٹو ترتیب دیا۔ کارل مارکس اپنی زندگی میں جس انقلاب کو دیکھنے کے خواہاں تھے وہ ان کی زندگی میں تو نہ آیا مگر ان کی وفات کے بعد اس انقلاب کا سورج روس سے نمودار ہوا۔ انقلاب روس تاریخ کا سب سے عظیم انقلاب تھا جس کی بنیاد مارکسی نظریات پر رکھی گئی۔ اس انقلاب کے نتیجے میں پہلی مرتبہ محنت کشوں اور مظلوموں کی حکومت قائم ہوئی اور پوری دنیا میں اس انقلاب کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ تمام مزدور یکجا ہو کر حکومت کا تختہ الٹنے میں کامیاب ہو گئے۔ انقلاب روس دنیا کے عظیم انقلابات میں سے ایک اہم انقلاب ہے۔ کارل مارکس کے نظریات اور افکار ہی اس انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ اس انقلاب سے روسی معاشرے میں نہ صرف کارل مارکس کے سوشلسٹ نظریات کی تصدیق ہوئی بلکہ روسی رہنماؤں نے سوشلسٹ معاشرے کی تعمیر و تشکیل بھی مارکسزم کی روشنی میں ہی کی۔

"مارکسزم کی سچائی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو گا کہ مارکس اور اینگلز کی تعلیمات روز افزوں ترقی کر رہی ہیں۔ ایک تہائی دنیا میں ہمارے دیکھتے دیکھتے اشتراکی نظام رائج ہو گیا اور غیر اشتراکی دنیا میں بھی مارکس کے لاکھوں پروانے انقلابی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ اس کے برعکس سرمایہ داری نظام کے زوال اور اخلاقی پستی کا یہ عالم ہے کہ ادیب، دانشور، مفکر اور فن کار تو الگ رہے بیشتر سرمایہ دار اور ان کی ریاستیں بھی اب اپنے

آپ کو سرمایہ دار کہتے ہوئے نہ صرف شرماتی ہیں بلکہ سوشلسٹ ہونے کا دعویٰ بھی کرتی ہیں۔"(۱۰)

دنیا کو ایسے نظریات اور افکار دینے والا مفکر خود اپنی زندگی میں بہت سے مسائل سے دوچار رہا۔ اسے خود فاقہ کشی کرنی پڑی۔ اکثر اوقات حالات کی سنگدلی کے باعث اس کے پاس دوا تک کے پیسے نہ ہوتے تھے۔ اس کی ایک بیٹی دوا کی عدم دستیابی کے باعث انتقال کر گئی۔ حکومت نے اس پر پابندیاں سخت سے سخت کر دی جس سے اس کی اپنی صحت بھی خراب رہنے لگی۔ دن میں وہ اٹھارہ سے بیس گھنٹے تحقیق پر صرف کرتا، تاکہ دنیا کے مزدوروں اور محکوموں کو ان کے جائز حق سے آگاہی دلا سکے آخرکار پھیپھڑوں کے مرض کی بیماری کے باعث اس دنیا سے چل بسا۔

کارل مارکس کی انہی تعلیمات کو علامہ اقبال نے "نیست پیغمبر و لیکن در بغل دارد کتاب" لکھ کر خراج تحسین پیش کیا ہے۔ سبط حسن لکھتے ہیں:

"جس وقت مارکس نے وفات پائی تو دو ہی گز زمیں اس کی ملکیت تھی جس میں وہ دفن ہوا مگر آج ایک تہائی دنیا میں اس کے انقلابی اصولوں پر عمل ہو رہا ہے۔ وہاں کے محنت کش آج نئی دنیا اور نیا آدم بنانے میں لگے ہیں۔ ایسی دنیا جہاں کوئی کسی کا غلام نہیں، اور نہ کوئی کسی کی محنت کا پھل کھاتا ہے۔ ایسی دنیا جس میں محنت کشوں کا راج ہے اور سرمایہ دار اور جاگیر دار مفقود ہیں بے روزگاری مقصود ہے۔ کسی کو روزی روزگار کی فکر نہیں ستاتی اور بقیہ دنیا میں بھی اس وقت ایسا کوئی ملک نہیں جس میں مارکس کے ہزاروں بلکہ لاکھوں پیرو آزادی، امن، جمہوریت اور سماجی انصاف کی خاطر جدوجہد میں مصروف نہ ہوں۔"(۱۱)

دنیا بھی جب بھی اور جہاں بھی انقلاب کی بات ہو گی کارل مارکس اور اس کے نظریات کو اولیت حاصل ہو گی۔ اپنے نظریات اور فکر کے باعث ہی کارل مارکس کو رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔ مارکسی فکر رکھنے والے اسی کے ہی نظریات کو اپنی زندگیوں میں اولیت دیتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام ہو یا جاگیرداری نظام ہر ایک میں ہمیں کارل مارکس کے نظریات دکھائی دیتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سجاد ظہیر،مارکسی فلسفہ، فکشن ہاوس لاہور،۲۰۱۷ء ص:۳۵

۲۔ واحد بشیر، ہمارے عہد میں مارکس کی معنویت، مشمولہ ارتقاء کراچی،۲۰۰۳ء شمارہ،۲۰ ص:۸۳

۳۔ شمیم فیضی، احمد سلیم (مرتبہ) کارل مارکس یادیں اور باتیں، رِکتاب کراچی ۱۹۸۶ء ص:۱۸

۴۔ وہاب اشرفی، پروفیسر، مارکسی فلسفہ، اشتراکیت اور اردو ادب، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاوس دہلی،۲۰۱۰ء ص: ۶۳،۶۴

۵۔ ایلن ووڈز، مارکسزم عہدِ حاضر کا واحد سچ، (مترجم: اسد پتافی) طبقاتی جدوجہد پبلیکیشنز لاہور،۲۰۱۳ء ص:۱۰۵

۶۔ پی گوندن کٹی، مارکس ازم، لینن ازم ماوءازم کی تاریخ، (مترجم: آزاد خان) سانجھ پبلی کیشنز لاہور،۲۰۱۷ء ص:۵۰

۷۔ مبارک علی، ڈاکٹر، غلامی اور نسل پرستی، تاریخ پبلیکیشنز لاہور،۲۰۱۷ء ص:۴۱

۸۔ سبط حسن، مارکس اور مشرق، مکتبہ دانیال کراچی،۲۰۰۹ء ص:۱۰۵

۹۔ رفعت سراج، ڈاکٹر، خرد افروزی اور روشن خیالی، فکشن ہاوس لاہور،۲۰۲۱ء ص:۳۹۷

۱۰۔ سبط حسن، موسیٰ سے مارکس تک، مکتبہ دانیال، کراچی،۱۹۷۷ء ص:۴۹۵

۱۱۔ سبط حسن، مارکس اور مشرق، مکتبہ دانیال کراچی،۲۰۰۹ء ص :۱۴۶